رکن:۔ انجمن ادبی رسائل پاکستان

فاران

جلد: ۱۳
شمارہ: ۵

ایڈیٹر: ماہر القادری
اگست ۱۹۶۱ء

ترتیب

قیمت فی پرچہ ۵۰ پیسے

چندہ سالانہ چھ روپے

مقام اشاعت:۔ دفتر فاران کیمبل اسٹریٹ کراچی ۱

پرنٹر و پبلشر: انصر و حسین
مطبوعہ: مطبع سعیدی، کراچی

مولانا عبدالجلال ندوی

سورۂ نمل ۲۷ اور اسکی تفسیر و تشریح!

(۵)

اس طرح کے اور بھی کتبے ملے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ قتبان کے ہر شہر اور ہر قبیلہ کے اندر ایک مشود ہوتی تھی جن میں مقامی معاملات کا فیصلہ ہوتا تھا اور ان سب سے بالاتر ایک شاہی مشود ہوتی تھی جس میں جنگ، صلح، اور قوانین عامہ و خاصہ کی بابت ارکان مجلس جن میں سے ایک کسی نہ کسی شہر یا قبیلہ کا کبر (کبیر) ہوتا تھا جمع ہو کر ایک فیصلہ کرتے تھے

جب بادشاہ وقت اس قانون یا فیصلہ کو منظور کر لیتا تو وہ قلم بند کر لیا جاتا اور بادشاہ کے بعد ان حاضرین مشود کے نام بمعہ انکے قبائل اور خاندانوں کے اسماء کے فرمان شاہی پر بطور شاہدین کے لکھ لئے جاتے تھے۔ سورۂ نمل کی زیر بحث آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان کے زمانہ کی ملکہ سبا کا بھی یہی دستور تھا، جب تک اس کی شاہی مجلس میں قوم کے کبرا جمع ہو کر اس کے فیصلہ کی تائید نہ کر دیتے وہ کوئی فرمان نافذ نہ کرتی تھی۔ چنانچہ اس نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ میں کوئی قطعی فیصلہ کسی بات کا اس وقت کرتی ہوں جب تم لوگ اس کے شاہد ہو جاؤ۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ بعض مشود کے ارکان فیصلہ کا قطعی اختیار بادشاہ کو دیدیتے تھے کہ آپ جو بھی طے فرمادیں وہی ہماری رائے ہے، ملکہ سبا کی مجلس شوریٰ کے ارکان نے ملکہ سبا کی اس بات کے جواب میں :-

قالوا نحن اولوا قوة واولوا باس شديد والامر اليك فانظري ماذا تامرين۔	کہا کہ ہم لوگ طاقتور اور سخت جنگجو لوگ ہیں، مگر فیصلہ کرنا آپ کے حوالے ہے سو آپ ہی سوچ لیں کہ کیا حکم دیتی ہیں
قالت ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعزة اهلها اذلة ۚ (وكذلك يفعلون)	بولی کہ بادشاہ لوگ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اور اس کا انتظام بگاڑ دیتے ہیں اور اس بستی کے معززین کو ذلیل کر کے رکھدیتے ہیں اور واقعی وہ ایسا ہی کرتے ہیں
واني مرسلة اليهم بهدية فناظرة بم يرجع المرسلون۔	اور میں ان کے پاس ایک ہدیہ بھیجکر دیکھتی ہوں کہ فرستادے لوگ کیا جواب لاتے ہیں۔

آیتوں کا سیاق یہ بتاتا ہے کہ حضرت سلیمان نے وادی نمل میں سے ملکہ سبا کے پاس چٹھی بھیجی، اور اس چٹھی کے جواب میں ملکہ سبا نے جو ہدیہ بھیجا وہ یہیں وادی نمل میں آپ کے پاس آیا۔

سفر ایام و سفر ملوک کے مولفین کو وادی نمل کی خبر نہیں ہے۔ انکے خیال میں ملکہ سبا نے حضرت سلیمان کی حکمت کا شہرہ سن کر ان کی دانش کا امتحان لینے کے لئے طول طویل سفر کیا اور یروشلم میں پہونچی اور حضرت سلیمان کی خدمت میں ۱۲۰ قنطار سونا، مصالحہ کا ذخیرہ، جواہر، صندل کی لکڑی کے ستون، اور بربط اور بین بنوانے کے قابل صندل کی لکڑیاں بطور ہدیہ کے پیش کیں قرآن کے بیان کے مطابق حضرت سلیمان کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے اپنے سفرا کے ذریعہ ملکہ سبا نے یہ چیزیں بھیجیں سفر ملوک و ایام کے مطابق حضرت سلیمان نے ان ہدیوں کو نہایت مسرت کے ساتھ قبول فرمایا لیکن قرآن مجید اس کی تردید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ :-

فلما جاء سليمان قال اتمدونن بمال فما آتٰنِ ءَ الله خير مما آتٰكم بل انتم بهديتكم تفرحون ارجع اليهم فلنأتينهم بجنود لا قبل لهم بها ولنخرجنهم منها اذلة وهم صاغرون

پھر جب سلیمان کے پاس (ہدیہ لانے والا) حاضر ہوا تو (سلیمان نے) کہا کیا تم لوگ مجھے مال دے کر میری امداد کروگے؟ ایسا ہے تو (سنو) اللہ نے مجھے جو دے رکھا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو اس نے تم کو دے رکھا ہے۔ مگر تم لوگ اپنے ہدیہ پر اتراتے ہو۔ لوٹ جا ان کے پاس پھر ہم ان کے پاس ایسی فوجیں لے کر پہونچیں گے جن کا وہ سامنا نہ کر سکیں گے اور ہم اُن کو اس (شہر) سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور وہ بے وقعت ہو جائیں گے۔

حضرت سلیمان نے ہدیہ قبول نہ کیا۔ ہدیہ واپس کر کے اعلان جنگ کر دیا کہ اگر تم لوگوں نے میری اطاعت قبول نہیں کی تو پھر انجام تمہارا برا ہوگا۔ حضرت سلیمان نے یہ پیغام بھیج کر یقین کر لیا کہ ملکہ سبا اور اس کے امراء اس اعلان جنگ کا اب یہ جواب نہ دیں گے کہ "ہم لوگ طاقت والے اور سخت لڑائی والے ہیں" نحن اولوا قوة واولو باس شديد" بلکہ اظہار اطاعت کے لئے آیا ہی چاہتے ہیں چنانچہ قاصد کو واپس بھیجتے ہی اپنے امراء سے:۔

قال يا ايها الملؤا ايكم يأتيني بعرشها قبل ان يأتوني مسلمين. قال عفريت من الجن انا آتيك به قبل ان تقوم من مقامك وانى عليه لقوى امين قال الذى عنده علم من الكتٰب انا آتيك به قبل ان يرتد اليك طرفك

کہا اے سردارو ہے کوئی تم میں سے جو میرے پاس اس (ملکہ) کے تخت حکومت کو اٹھا لائے قبل اس کے کہ وہ لوگ تابع دار بن کر آجائیں جنات میں سے ایک عفریت نے کہا کہ اسے آپ کے پاس میں لا دوں گا قبل اس کے کہ آپ اپنے مقام سے اٹھ جائیں۔ میں اس کی طاقت رکھتا ہوں اور میں امین ہوں۔ اس شخص نے جس کے پاس الکتاب کا کچھ علم تھا اس نے کہا کہ اسے میں لا دوں گا قبل اس کے کہ آپ کی نظر خود آپ کی طرف پلٹے۔

اس آیت کی تفسیر میں بعض لوگوں کو کچھ مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے۔ چند سوالات ہیں جن کا ہم کو تشفی بخش جواب درکار ہے۔

(۱) قرآن میں قصص کے لئے ایسے اجزا نہیں ہوا کرتے جو اپنے اندر کوئی خاص سبق نہیں رکھتے۔ اتنا کہنا کافی تھا کہ حضرت سلیمان نے حکم دیا اور ایک شخص ملکہ کا عرش اٹھا لایا۔ ایک عفریت اور ایک عالم الکتاب کے تذکرہ کا مفاد کیا ہے۔

(۲) دونوں کی باتیں تو بیان فرمائیں لیکن یہ نہ بتایا کہ ان دو میں سے لایا کون؟ اس کی وجہ کیا ہے؟

(۳) عفریت نے لانے کا وعدہ کرتے ہوئے خود کو قوی اور امین بتایا الکتاب کے عالم نے اپنی بابت ایسا نہیں کہا۔ اس میں کیا راز مضمر ہے؟

(۴) الکتاب سے کیا مراد ہے جس کے عالم کا ان آیتوں میں ذکر ہے، اس کا نام کیا ہے۔

(۵) ان دونوں نے تخت کو لا دینے کے لئے جو مدت بتائی تھی اس کا مطلب کیا ہے۔

پہلے سوال کا جواب دینے سے پہلے عفریت اور جن کے مطلب کو معلوم کر لینا چاہئے جن لوگوں کے نزدیک عفریت بھی ایک

انسان تھا اور اسے استعارۃً جن کہا گیا ہے وہ اس سوال کا جو جواب دے سکتے ہیں وہ مجھے نہیں معلوم میرے نزدیک یہ عفریت جنس بشر سے نہیں ہے اس لئے میرے خیال میں عفریت اور ایک انسان کے مقابلہ کو دکھانے کا مقصد عوام کے اس خیال کی تردید کرتی ہے کہ جنات کو انسانوں سے زیادہ خدا نے توانائیاں بخشی ہیں۔

عفریت کا لفظ فِعْلِیت کے وزن پر عفر سے مشتق ہے عَفَر بفتحتین کے معنے ہیں خاک عَفْر کے بسکون فا کے معنے ہیں خاک میں لتھیڑنا اعتفار کے معنے ہیں خاک آلودہ ہونا۔ شیر کا اپنے شکار کو زمین پر مار گرانا۔ عفریت کا اصلی مفہوم جو اپنے حریف کو بالکل زیر کر لینے والا سورما ہے۔ عفریت اب تو نہایت خبیث قسم کے جن کا مفہوم ادا کرتا ہے لیکن اصلی مفہوم میں خباثت کا کوئی دخل نہیں ہے عفریت من الجن کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ خلقت کے لحاظ سے آتشیں مخلوق تھا جو انسانوں کی نگاہوں سے روپوش ہوا کرتا ہے۔ اور توانائی اور برنائی کے لحاظ سے بڑا سورما تھا۔

تخت شاہی کو منگوانے کا مقصد ملکہ سبا اور اس کے سرداروں کو اس بات کا قائل کرنا تھا کہ سلیمانی عسکر کا مقابلہ کرنے کی تاب تم نہیں رکھتے اس لئے تخت اٹھا لانے کے لئے ایسے ہی شخص یا اشخاص کو بھیجنا مناسب تھا جو تخت کو ان لوگوں کی نظروں کے سامنے اٹھا لائے جن اگر تخت لاتا تو اس طرح لاتا کہ ان کو خبر تک نہ ہوتی آئندہ ملکہ سبا کا قول منقول ہوگا اس سے معلوم ہوگا کہ اسے خبر تھی کہ حضرت سلیمان نے اس کا تخت اٹھوا منگایا ہے۔ تخت کو عفریت نہیں بلکہ الکتاب کا عالم اٹھوا لایا تھا آیت میں اگرچہ ایک عالم الکتاب کا ذکر ہے کہ اس نے کم تر مدت میں اٹھا لانے کا وعدہ کیا تھا لیکن بادشاہوں کے عام دستور کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یقین کر سکتے ہیں کہ یہ شخص تخت لانے کے لئے اکیلا نہیں گیا ہوگا بلکہ اپنے ماتحت سپاہیوں کا ایک جتھا لے کے گیا ہوگا۔ بعض روایات میں وارد ہے کہ یہ تخت ایک سرنگ کے راستے سے اس جگہ لایا گیا جہاں حضرت سلیمان مقیم تھے لیکن یہ روایت جناب مجاہد کی طرف منسوب ہے اور انکے ذریعہ علم کی ہم کو خبر نہیں ہے، کسی روایت کے ماننے کے لئے ضروری ہے قابل اول تک سند صحیح ہو۔ قابل اول قابل اعتماد ہو، اس کا ذریعہ علم معلوم اور قابل اعتبار ہو جس واقعہ کی خبر دی گئی ہو وہ ناممکن نہ ہو۔ چونکہ تیسری شرط صحت مفقود ہے اس لئے اس خبر کو درست باور کرنا مشکل ہے۔ سرنگ کے ذریعہ چپکے سے منگانے کو ہم چونکہ ایک اخلاقی گناہ سے مماثل قرار دے سکتے ہیں اس لئے اس خبر کو مسترد کر دینا اولیٰ ہے، اپنی فوجی برتری کے اثبات کا بہترین طریقہ ہی حضرت سلیمان نے اختیار کیا ہوگا۔ اور وہ یہ ہے کہ شخص مذکور کے ماتحت ایک دستہ اپنی فوج کا بھیج کر اس کے تخت شاہی کو اٹھوا منگایا۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ عالم الکتاب نے کسی تعلّی سے کام نہیں لیا، اہل علم تعلّی سے کام نہیں لیتے۔ عفریت نے تعلّی سے کام لیتے ہوئے اپنی دو خوبیاں بتائیں اس نے کہا کہ میں قوی ہوں اور کہا کہ میں امین ہوں۔ اس کے قول کو نقل کرتے ہوئے خدا نے کلام کا آغاز حرف تحقیق اِنّ سے کیا پھر خبر اِنّ پر لام قسم کا اضافہ کیا۔ یہ طرز بیان تردید شک کے لئے موزوں ہے، اس سے ظاہر ہے کہ قائل کو شبہ تھا کہ مخاطب اس کے قوی امین ہونے پر وثوق کامل نہیں رکھتا تھا۔ چونکہ خدا نے اس کو عفریت بتایا ہے اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کے قوی ہونے میں تو حضرت سلیمان کو شبہ نہ ہوگا، وہ بھی جانتا تھا کہ میری توانائی مسلّم ہے لیکن میرے امین ہونے میں حضرت سلیمان کو تردد ہوگا۔ عفریت کا قول (انی علیہ لقوی امین) ہم کو اندازہ دیتا ہے کہ حضرت سلیمان نے تخت لا دینے کا کام اس کے سپرد نہیں کیا ہوگا۔ بلکہ یہ کام الکتاب کے عالم سے لیا ہوگا۔

عفریت کے بالمقابل جس نے اپنی خدمت پیش کی اس کا ذکر خدا نے (الذی عندہ علم من الکتاب) کے الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ یہ شخص کون تھا؟ اس سوال کے جواب میں حسب ذیل نام لئے جاتے ہیں:۔

(۱) آصف بن برخیاہ (یہ قول حضرت ابن عباس، امام حسن بصری اور یزید بن رومان کی طرف منسوب ہے)

(۲) ایک انسان جس کو ذو النور کہا جاتا تھا۔

(۳) اس کا نام اسطوم تھا (قول جناب مجاہد کی طرف منسوب ہے)

(۴) وہ خضر علیہ السلام تھے (ابن لیعہ)

ابن لیعہ اور جناب مجاہد کے قول کا ماخذ نہیں معلوم۔ سورۂ کہف میں مجمع البحرین کے جس عالم سے حضرت موسیٰ کی ملاقات کا ذکر ہے اس کا نام احادیث میں خضر ہے۔ یہ صاحب حضرت موسیٰ کے معاصر تھے۔ حضرت سلیمان کے زمانہ تک ان کا موجود ہونا دائرہ امکان سے خارج نہیں مگر اس کا تاریخی ثبوت ہم کو دستیاب نہیں ہو سکتا۔ حضرت سلیمان کے معاصرین میں اسطوم نام کے کسی شخص کا ذکر بائبل میں نہیں ہے اسی طرح ذوالنور کو بھی ہم نہیں جانتے جناب آصف بن برخیاہ تاریخ یہود کی ایک مشہور شخصیت ہیں۔ لیکن ان کا نام حضرت سلیمان کے خدام کی فہرست میں داخل نہیں ہے (ملوک ۱ ۴: ۱ تا ۶)

وہ حضرت داؤد کے نغمہ طرازوں میں سے ایک تھے (۱ تواریخ ۶: ۳۹ ، ۱۵: ۱۷ و ۱۹) زبور ۵۰ و ۷۳ تا ۸۳ ان کی طرف منسوب ہیں (۲ تواریخ ۲۹: ۳۰) کے مطابق حزقیاہ کے زمانے میں لاویوں کو حکم دیا گیا کہ ان کے گیت گا گا کر خدا کی حمد گایا کریں۔ حضرت ابن عباس کی طرف منقول قول میں ان کو حضرت سلیمان کا کاتب بتایا گیا ہے۔ حضرت سلیمان کے درباری جن کے نام ہم کو معلوم ہیں ان میں سے حسب ذیل تین شخصوں میں سے کسی ایک کو (الذی عندہ علم من الکتاب) سے تطبیق دی جا سکتی ہے۔

۱:- الیحوف بن سیسا کاتب (ملوک ۱ ۴، ۳)

۲:- احیاہ بن سلیسا کاتب (ملوک ۱ ۴: ۳)

۳:- یہوسفط بن اخیلود مورخ (ملوک ۱ ۴: ۳)

ان میں سے ہر ایک وہ تھا جس کے پاس الکتاب کا کچھ علم تھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ الکتاب کے علم سے کیا مراد ہے۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس شخص کو اسم اعظم کا علم تھا۔ یہ قول یزید بن رومان کی طرف منسوب ہے لیکن اسم اعظم کے علم کو (علم من الکتاب) قرار نہیں دیا جا سکتا۔

عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ حرف تعریف (اَل) کے اضافہ کے ساتھ جب کوئی لفظ دہرایا جاتا ہے تو اس سے عموماً وہی چیز مراد ہوتی ہے جس کا ذکر اسی لفظ سے پہلے ہو چکا ہوتا ہے اس لئے اہل علم کے ایک گروہ کی یہ رائے بھی ہو سکتی ہے کہ یہاں الکتاب سے مراد وہی چٹھی ہے جو حضرت سلیمان نے اپنے کسی کاتب سے لکھوا کر ہدہد کے توسط سے ملکہ سبا کے پاس بھیجی تھی۔ اس چٹھی کے مضمون کو قرآن پاک نے دہرایا ہے اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کی بنا پر اس کے جاننے والے کو تخت لانے کے لئے موزوں قرار دیا جا سکے۔

الکتاب کا لفظ قرآن پاک میں حسب ذیل معانی کے لئے آیا ہے۔

(۱) قرآن مجید : جیسے انا انزلنا الیک الکتاب بالحق (زمر)

(۲) کتاب موسیٰ : " لقد آتینا موسی الکتاب (بقرہ)

(۳) مجموعہ کتب سماویہ : " وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب (عنکبوت)

(۴) لوح محفوظ " ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ (انعام)

(۵) نامۂ اعمال " ووضع الکتاب فتری المجرمین مشفقین مما فیہ (کہف)

(٦) عدت کا زمانہ : جیسے ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ (بقرہ)

(٧) شرائط نامہ آزادی : والذین یبتغون الکتاب مما ملکت ایمانکم فکاتبوھم (نور)

(٨) فن تحریر : ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان

آیت زیر بحث میں انہیں آٹھ معانی میں سے ایک مراد ہو سکتا ہے۔ الذی عندہ علم من الکتاب" سے ایسا شخص مراد ہے جو سبائی تحریروں کو پڑھ سکتا تھا، تحریروں کے ذریعہ تخت کے محل کو دوسرے محلوں سے اور تخت کو دوسرے تختوں سے ممتاز کر سکتا تھا۔ سبا کے لوگ اپنی عمارتوں اور اشیاء پر انکے مصرفوں کی بابت تحریریں منقوش کرنے کے عادی تھے۔